

کے کسی گوشہ کا انتخاب نہیں کر سکتا۔ تو آسان مرحلہ بھی نظر آیا کہ سلف ہی کی کوئی نصیحت نقل کر دوں تاکہ واجب جنی پورا ہو جائے۔ اور اپنی نا اہلی بھی ڈھکی مندی رہ جائے۔

سلف صالحین کی مبارک عبادۃ یہ تھی کہ سب ایک دوسرے سے جدا ہوتے تو رخصت ہونے والا کسی نصیحت کی فرمائش کیا کرتا تھا۔ اور اس پر عمومی نصیحت یہ کی جاتی تھی کہ ادھیکہ بتقویٰ اللہ۔ میں تمہیں تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں۔ کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔ اور احتیاط کے ساتھ اپنا بچاؤ کرتے رہو۔ یہ اتنی ہمہ گیر نصیحت ہوتی تھی کہ غور کیا جائے۔ تو اس نصیحت کے دائرہ میں سارا دین آ جاتا ہے۔ کیونکہ تقویٰ کا عمومی درجہ تو یہ ہے کہ آدمی اسلام کو مضبوط مقام کر، کفر و شرک سے بچتا رہے۔ اس سے اگلا مقام یہ ہے۔ اسلام کے ساتھ اخلاص کہ سنبھال کر نفاق سے بچتا رہے۔ اور اس کے بعد تقویٰ کا اگلا مرتبہ یہ ہے کہ اسلام و اخلاص کے ساتھ اتباع سنت کو تمام کر بدعات و محدثات سے گریزاں رہے۔ اس کے بعد تقویٰ کا مقام یہ ہے کہ صلاح و رشد کو سنبھال کر فسق و فجور اور معاصی سے بچتا رہے۔ پھر اس کے بعد تقویٰ کا مقام یہ ہے کہ ضروریات دین کے دائرہ میں رہ کر لایعنی اور فضولیات سے محترز رہے۔ جیسے فضول طعام، فضول لباس فضول کلام وغیرہ۔ اور اس کے بعد کا مقام یہ ہے کہ کارآمد اور نافع امور کے دائرہ میں محدود رہ کر لایعنی اور عبث باتوں سے گریزاں رہے۔ اب آپ سلف صالحین کی فراست و ذکاوت اور عزیمت و ہمت اور علم و ورایت کا اندازہ کریں کہ ایک مختصر سا لفظ تقویٰ کا اختیار دین کے سارے راستے ہی نہیں کھول دیتے۔ بلکہ ایک جملہ سے سارے دین کی نصیحت فرمادی۔ ایسی جامع نصیحت کے ہوتے ہوئے پھر ہمارا منہ کیا رہ جاتا ہے۔ کہ ہم اپنی طرف سے کسی نصیحت کا انتخاب کریں۔ اور کریں گے، تو وہ ناقص ہی ہوگی۔ اس جامعیت کی حامل نہ ہوگی۔ اس لئے نصیحت کی بجائے نقل نصیحت سے آپ کے ایمان کی تعمیل ہو جاتی ہے۔ اور اپنے جہل کا پردہ بھی ڈھکا رہ جاتا ہے۔ چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دوکار۔ اسی کے ساتھ اس میں ایک اضافہ اور کہ لیجئے کہ اس جامع ترین حقیقت یعنی تقویٰ کی انگ پیدا کرنے کا طریقہ حبیبیت صلحاء اور معیت اہل اللہ ہے۔ انہیں کہ خاک را بنظر کیا کنند کہ اس کے بغیر تقویٰ کی حقیقت جو علمی مقام ہے۔ اور تقویٰ پر گامزنی جو عملی مقام ہے۔ سامنے نہیں آ سکتی۔ اور نہ ہی اس کے گوشے و اشکاف ہو سکتے ہیں۔ قرآن حکیم نے اس لئے جہاں بنی آدم کو تقویٰ کا امر کیا ہے۔ وہیں حبیبیت صلحاء کا حکم قطعاً بھی دیا ہے۔ اور فرمایا یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وكونوا مع الصادقین۔ اسے ایمان والو تقویٰ اختیار کرو۔ (اللہ سے

ڈرتے رہو) اور سچوں کی معیت اختیار کرو۔ معیت سبب ہے، اور تقویٰ اس کا نتیجہ ہے۔ اس لئے یہ نصیحت سلف صالحین کی سنت پرستوں کے ساتھ قرآنی ہدایت بھی ثابت ہوتی ہے۔ سو جب قرآن نصیحت کرے اور اہل قرآن اس کے غن درآمد کا راستہ بتلا دیں۔ تو آگے نصیحت اور کیارہ جاتی ہے، جبرکی جائز ہے۔

اس نصیحت کا تعلق حقیقتاً قلب اور باطن سے ہے۔ گونا گونا گوں ظہور غالب پر ہوتا ہے۔ لیکن ایک اور نصیحت خالص عملی ہے۔ جس کا سرچشمہ قلب اور باطن ہے۔ اور وہ نصیحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ اے عیسیٰ یا رسول اللہ! واجبہ (یا رسول اللہ کوئی نصیحت فرمائیے مگر مختصر) فرمایا: صَلِّ صَلَوةَ مَوْجِع۔ ہر نماز اس طرح پڑھ کہ جیسے تجھے دنیا سے رخصت کیا جا رہا ہے۔ اور یہ نماز شائد آخری نماز ہے۔ کہ اس کے بعد نماز کا موقع نہ مل سکے گا۔ ظاہر ہے کہ جب ہر نماز کو آدمی آخری نماز سمجھ کر پڑھے گا۔ تو کس درجہ خشوع و خضوع اور حضور قلب کے ساتھ پڑھے گا۔ کہ ساری ہمت باطن اسی میں صرف کر دیگا۔ اور جب ہر نماز ایسی ہی کمال خضوع اور تکمیل آداب و شرائط صلوٰۃ کے ساتھ ہوگی۔ تو اس کی ساری عمر کس درجہ تقویٰ و طہارت، ہمت و عزیمت اور طاعت و قربت لئے ہوتی ہوگی؟

ظاہر ہے کہ نماز سے بڑھ کر تعلق مع اللہ کا کوئی اور طریقہ نہیں۔ اور زندگی کی پاکیزگی کا تقویٰ سے بڑھ کر کوئی ذریعہ نہیں۔ ایک کی ہدایت اللہ نے کی اور ایک کی وصیت رسول اللہ نے کی۔ اب آگے کسی کی نصیحت کا مقام ہی کیا رہ جاتا ہے۔ کہ کوئی ناصح بن کر آپ کے سامنے آئے۔ اس لئے میں نے آیت۔ روایت اور احادیث کی روایت سے یہ تین باتیں عرض کر دی ہیں۔ انہی کو آپ میری نصیحت بھی شمار فرمائیں گے۔ تو یہ وہی آپ کے حسن غن کا کرشمہ ہوگا۔ جس کے لئے آپ ہی ستائش و تبریک اور دعا کے مستحق ہوں گے۔ ان کلمات کے ساتھ آپ سے اپنے حق میں دعا کی التجا پر اس نامہ پریشان کو ختم کرتا ہوں۔ والسلام خیر ختام۔

مدرسہ عربیہ تعلیم الدین بھیرہ میں درس نظامی

کا جدید داخلہ ۱۰ ارشوال سے شروع ہوگا۔ اور چونکہ داخلہ محدود ہوگا لہذا رمضان المبارک کے اندر ہی خط کے ذریعہ معلومات حاصل کریں

جدید داخلہ

احقر عبد الرشید ناظم مدرسہ عربیہ تعلیم الدین بھیرہ ضلع سرگودھا

ارشادات حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ

دعواتِ عبدیتِ حق
صنط و ترتیب ادارہ الحق

کامیاب و بامراد زندگی

یہ تقریر ایک منصف اور صالح شخص کے جنازہ پر کی گئی

(خطبہ مسنونہ کے بعد) محترم بزرگوار! ایک انسان وہ ہے جس کی زندگی اپنے فائدہ کیلئے ہو بہر شخص اپنا گھر بناتا ہے، جائداد بناتا ہے۔ اپنی ذات کی ترقی اور بقاء کے لئے کوشش کرتا ہے۔ ایک شخص ایسا ہوتا ہے جو اپنے کنبہ اور برادری کا خیال رکھتا ہے۔ صلہ رحمی کرتا ہے۔ احسان اور ہمدردی غیروں سے بھی موجب اجر و ثواب ہے مگر رشتہ داروں کے ساتھ دواجر اور دو ثواب ہیں تو بعض افراد اپنے کنبہ اور خاندان کے مفاد کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ اور ایک شخص ایسا ہوتا ہے جو کل مخلوق اور تمام مسلمانوں کا خیر خواہ ہوتا ہے یہ بہت اونچا مقام ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔ الخلق عیال اللہ فی الارض فاجہم الی اللہ احسنہم الی عیالہ۔ ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے پس اللہ کو وہ شخص زیادہ پسند ہے جو اس کے عیال کے ساتھ اچھا ہو۔

یہ ساری مخلوق اللہ کے ہاتھ کی صناعت اور کاریگری ہے۔ اور اگر کسی سے ہمیں مجاہزی محبت بھی ہو تو اس کے ایک ایک خط اور ایک دستخط سے بھی محبت کی جاتی ہے کہ درست کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اسی طرح یہ مخلوق بھی اللہ کی دستکاری ہے۔ یہ وجود اللہ نے دیا۔ یہ آنکھیں ناک کان ہاتھ پاؤں یہ ساری نعمتیں کس نے پیدا کیں؟ کسی سائنسدان نے اب تک اس کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ یہ سب اللہ کے ہاتھ کی صنعت ہے۔ اس نے اپنے یدِ قدرت سے یہ سب کچھ بنایا۔ تو جو اللہ سے محبت کرے گا، ضرور اس کو مخلوق سے بھی محبت ہوگی۔

حضرت نوح علیہ السلام نے ارادہ کیا بددعا کا کہ یا اللہ عرصہ دکا نہ تک وعظ و نصیحت کا رگڑ ہو سکی اگر یہ لوگ تباہ ہو جائیں تو بہتر ہوگا۔ قربان ہاؤں اللہ کی رحمت سے کہ جو اس میں فرمایا کہ

کامیاب زندگی

غلام کھار نے برتنوں کی بھی تیار کی ہے، تم جاکر ایک پتھر اٹھاؤ اور کھار سے برتنوں کی بھی پر دسے مارنے کی اجازت مانگ لو، حضرت نوحؑ نے اگر کھار سے اپنے اس شوق کا اظہار کیا اس نے حیرت ظاہر کی کہ اپنے ہاتھ سے مٹی حج کی پھر صاف کرائی کتنی محنتوں سے یہ برتن تیار ہوئے، اب میں تجھے کیسے اجازت دوں خواہ دس لاکھ روپے بھی نہیں مگر اس محنت کی اس طرح بربادی پر میرا دل کیسے آمادہ ہو سکتا ہے کوئی تجھے اجازت نہ دے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ مخلوق تو میں نے اپنے یہ قدرت سے پیدا کی ہے۔ تجھے کیسے اس کی بربادی کی اجازت دوں۔ جب وقت مقرر آیا اور خدا نے خود چاہا تو عذاب آگیا۔

— تو اللہ کی نظر میں وہ مجبور ہے جو اللہ کی مخلوق سے محبت کرتا ہے۔ جو اللہ کے نزدیک بمنزلہ عیال ہے۔ تو رب جان و مال، اولاد سب کچھ نہ اپنا نہ قوم نہ کچھ کا بلکہ اسلام اور تمام مسلمانوں کے لئے ہو جائے تو ایسا شخص بامراد اور کامیاب زندگی والا ہے۔ پھر ایسے شخص کی جدائی کا صدمہ بھی کسی ایک کا نہیں بلکہ سب کا صدمہ ہوتا ہے۔ ایسے شخص پر صرف اپنوں کی آنکھیں نہیں رہیں بلکہ وہ جگہ جہاں وہ غار پڑھتا تھا تہجد پڑھتا تھا، اشرق پڑھتا تھا۔ تلاوت کرتا تھا وہ سب مقامات اس کی جدائی پر روتے ہیں۔ نہ صرف زمین بلکہ آسمان کے وہ دروازے بھی جن سے اس کے اعمال صالحہ اوپر جاتے ہیں وہ بھی گریہ کنان ہوتے ہیں۔ کہ اس شخص کے اعمال خیر اس کیوں نہیں آتے، بند کیوں ہو گئے۔ کفار کے بارہ میں آتا ہے کہ ان کی تباہی پر نہ آسمان روستے ہیں نہ زمین — فتابکت عذیبت السماء والارض — اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل اللہ اور عباد صالحین کی جدائی پر سب روستے ہیں۔

بھائیو! کامیاب زندگی یہی ہے کہ مقصد کو پہچان کر زندگی گزار دی جائے اور رب العزت کی قسم زندگی کا مقصد صرف عبادت اور ہمہ وقت اللہ کی تالعداری میں گزارنا ہے۔ زندگی تو ختم اور فانی ہونے والی چیز ہے۔ ہم اور آپ سب جائیں گے۔ کوئی محبت کے ساتھ فدیہ میں دنیا یا نہیں جاتا دفن بھی ہو جائے تو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گا۔ سب کچھ یہاں رہ جائے گا۔

واعنہ کم یتفقد واعنہ اللہ باق۔ یہ صحتہ جائداد، برائی، لطم، مال و دولت،

خوش و اقارب سب کچھ یہاں رہ جائے گا۔ واعنہ اللہ باق۔ اور اللہ کے خزانہ میں جو اعمال و افعال، اقوال جمع کر آئے اور ردابطل پیدا کئے وہی کام آئیں گے۔ قبر میں۔ وائیں جانب نماز چوکیدار بن کر کھڑی ہو جائے گی۔ سنہ ہائے قرآن بھی آجائے گا۔ بائیں جانب روزہ ہوگا۔ اور قدموں کی جانب

تہجد یا سجدہ آجائے گا۔ اور یہ ایسا ہے کہ کسی کو پولیس گرفتار کرنا چاہیے اور کسی وقت اس کو خدمات کے تمنے اور سرٹیفکیٹ ملے ہوں تو اسے دیکھ کر پولیس معذرت خواہ ہو جاتی ہے کہ میرے پاس تو ایسا پروانہ ہے بادشاہ کا اسی طرح قرآن خدا کا پروانہ ہے۔ قبر ہر روز صدا دیتی ہے کہ انا بیت الغریہ میں وحشت اور تنہائی کا گھر ہوں۔ انا بیت الظلمۃ میں اندھیروں کی جگہ ہوں۔ انا بیت الدود میں کیڑے مکوڑوں کی جگہ ہوں تم اپنے گھر میں بسترہ اور روشنی کا انتظام کرتے ہو، میں مٹی کا گھر ہوں یہاں نہ بستر ہے نہ روشنی۔ یہاں کے لئے بھی بستر لاؤ قبر کو روشن کرنے کا سامان لاؤ۔ اور کامیاب زندگی والا ہر وقت موت کیلئے تیار رہتا ہے۔ اس نے دہاں کے لئے اسباب و سامان کا انتظام کیا ہوتا ہے حضرت بلالؓ بیمار ہیں، آخری وقت اپنے پرانے روتے ہیں مگر وہ کہتے ہیں کہ کیوں روتے ہو، ہنسو خوشی مناؤ، غم مست کرو، میں تو اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور دوستوں سے ملنے والا ہوں۔

عند الحق الاحبیت
محمدؐ و حزبہ

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوگی۔

قبر کی منزل میں پوچھا جاتا ہے کہ من ربک تیرا رب یعنی پائنے والا کون ہے۔ ملازمت، تجارت، زراعت نے تیری پرورش کی یا رب نے۔؟ تو جو کچھ کر رہا تھا دنیا میں، کہیں خدا کی ذات کو تو پس پشت نہیں ڈالا۔؟ رزاق اپنے کار بار کو بنا لیا تھا۔ تو رب کو کیسے رازق کہتے تھے۔؟ اگر ایسا نہ ہوتا تو ان چیزوں کیلئے نماز، اور عبادت نہ بچھوڑتے تو وہاں قبر میں چالاکی اور جھوٹ نہیں چلے گا صاف کہہ دیا جائے گا کہ فلاں کام، معاش اور صنعت کو تو نے رب سمجھا تھا۔

کتابوں میں آتا ہے کہ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ارواحنا کا چہرہ انور سامنے کر دیا جائے گا۔ اور پوچھا جائے گا کہ اس ہستی کے بارہ میں کیا کہتے ہو۔؟ علماء نے اس کی کئی توجیہ کی ہیں ایک رائے یہ ہے کہ اللہ کے مقرب بندوں کے لئے اس وحشت و ظلمت کی منزل قبر میں اگر سے بڑی نعمت و دوسری نہیں ہو سکتی جس سے انہیں سکون اور انس حاصل ہو جائے۔ ایسے عالم میں حضورؐ کا دیدار کر اگر اس سے دنیا کا سب کچھ بھلا دیا جائے گا۔

بھائیو! ہمارے دلوں میں وہ شش نہیں جو چاہئے۔ اگر آج بھی ہمیں کہا جائے کہ اس دیوار یا پہاڑ کے پیچھے تمہیں حضورؐ کا دیدار کرایا جاتا ہے۔ تو اس کے بدلے ہزار جان و مال اور سب کچھ قربان کرنے کے لئے حضورؐ کا ادنیٰ امتی تیار ہو جائے گا۔ تو جب قبر میں حضورؐ الود کا دیدار ہوتا ہوگا تو کتنی تسلی اور سکون مل جاتا ہوگا۔ اب جو بد بخت ہوں گے حضورؐ سے اپنا تعلق قائم نہیں کریں

کے کرتے ہیں۔ ابلیس ایک سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے ملعون ہوا۔ ہم ہر روز پانچ نمازوں کی ہر رکعت کے دو سجدوں سے بے پرواہی برتتے ہیں۔ پھر اللہ کی ناراضگی کتنی ہوگی؟ ابلیس نے اللہ کے حکم میں عقل کا دخل دیا کہ یہ حکم آپ کا منٹ نہیں، جیسے کہ آج کل کے روشن خیال کہتے ہیں کہ یہ تو عقل کے خلاف ہے اسکی حکمت و فلسفہ سمجھ میں نہیں آتا۔

تو ابلیس نے غرور کیا، ہمارے جد امجد حضرت آدمؑ سے ایک بات سرو ہوئی مگر رونے لگے۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا لِنَفْسِنَا إِنَّ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔ اللہ کو عاجزی پسند ہے۔ تو رجوع بالرحمت ہوئی اور سب کچھ ممانعت کر دیا۔ حدیث میں آتا ہے کہ اے بندے تیرے گناہ اگر آسمان تک بھی پہنچ جائیں مگر دل میں ندامت ہوئی، اشک ندامت بہائے تو وہ سب بخش دیتا ہوں۔ تو استغفار بڑی چیز ہے۔ شیطان مردود ہوا، تو بجائے استغفار کے چیلنج دیا کہ اس انسان کی وجہ سے مجھے مردود کیا۔ تو اب ہر طرح اسے گمراہ کروں گا۔ ثُمَّ لَا تَنفَعُهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ۔ چوتھے اس پر حملہ کروں گا۔ آگے سے پیچھے سے دائیں سے بائیں سے اور اسے نافرمانی میں مبتلا کروں گا۔ مختلف طور پر اسباب گمراہی کے مہیا کروں گا۔ اس آیت میں چاروں طرف کا ذکر تو ہے مگر اوپر سے بیماری کا نہ کہا کہ لَا تَنفَعُهُمْ مِنْ قُدْرَتِهِ اس لئے کہ اوپر کا راستہ رستہ خداوندی کیلئے کھلا ہے۔ جیسا کہ افلاطون نے حضرت یوحناؑ سے سیرال کیا کہ آسمان چاروں طرف سے محیط ہے اگر یہ کمان بن جائے اور تیر انداز اللہ ہو تو ہر طرف سے آفات و شدائد کے تیر برسائے تو بچنے کی صورت کیا ہوگی۔ حضرت موسیٰؑ نے فرما کہا کہ تیر چلانے والے کے دامن میں آ جاؤ۔ چاند ماری کرنے والے کی بغل میں کھڑے ہو جائیں تو زد میں نہیں آؤ گے۔ گویا کہا کہ اس کا دامن پکڑ لو تو نہ بچ جاؤ گے۔

تو بھائیو! ابلیس نے جب اتنا برا دعویٰ کیا۔ تو اللہ نے جواب میں فرمایا: لَا اِذَا لَ غَفَرُ مَا اسْتَغْفَرُوا۔ تو جو بھی کرے میں اپنے بندوں کو بخشا رہوں گا۔ بشرطیکہ وہ بخشش کے طلبگار ہوں ہزاروں ماں باپ، حاکم، استاد، بادشاہ، بہن بھائی کی شفقت ایک طرف۔ سب اللہ کی شفقت پر قربان ہوں۔ انسان سے جتنے گناہ بھی بقیہ تصائے بشریت سرزد کیوں نہ ہوں مگر روتے احساس گناہ کی وجہ سے، تو یہ بھی غنیمت ہے، اللہ معاف کر دیتا ہے۔ مگر آج تو گناہ کا احساس ہی ختم ہو گیا ہے۔ گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا یہ بھی شیطان کی چال ہے۔ اس نے سوچا کہ میں اسے